فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ
وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ الاعراف (٦)

مسئولیت اور ذمہ داری

تالیف: الشیخ گل محمد حفظہ اللہ

امراء اور مامورین کیلئے یکساں مفید
ایسا لائحہ عمل جس پر چلتے ہوئے امراء وحکام
دنیا وآخرت میں فائز ہوسکیں

https://www.umarmediattp.net
ttpspokesman.official@gmail.com

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف:٦)

مسؤولیت اور ذمہ داری

شیخ گل محمد حفظہ الله

- امراء اور مامورین کے لیے یکساں مفید
- ایسا لائحہ عمل جس پر چلتے ہوئے امراء و حکام دنیا و آخرت میں فائز ہو سکیں۔

رابطہ: rabita_gmuhammad@protonmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

1۔ مسؤولیت کے متعلق آیات: 2

2۔ مسؤولیت کے متعلق احادیث 3

3۔ امیر کی مسؤولیت (ذمہ داری) اور اس پر رعیت کے حقوق 4

امیر کی پہلی ذمہ داری: رعیت کے درمیان مساوات کرنا 4

امیر کی دوسری ذمہ داری: مسلمانوں کی مصلحت کو دیکھنا 5

امیر کی تیسری ذمہ داری: رعیت کی صحیح نگرانی 5

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا واقعہ 8

جو امیر اپنی رعیت کی صحیح نگرانی اور خیر خواہی نہیں کرتا اس کے بارے میں وعیدیں: 9

امیر کی چوتھی ذمہ داری: رعیت کے ساتھ عدل وانصاف، ظلم وزیادتی سے پرہیز 10

امیر کی اصلاح رعیت اور مامورین کی اصلاح ہے 11

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا واقعہ: 12

امیر جب ظلم یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکتیں ختم ہو جاتی ہیں: 13

جتنا عدل ہوتا ہے اتنی ہی برکتیں ہوتی ہیں: 14

امراء کی نجات کا راستہ: 14

مسؤولیت کے بارے میں عذاب اور وعیدیں: 15

مسؤولیتوں سے سَلَف صالحین کا اجتناب: 16

حیوہ بن شریح رحمہ اللہ کا واقعہ: 16

بنی اسرائیل کے قاضی کا واقعہ: 16

مسؤولین اور امراء کے لیے وصیتیں: 18

مسوٗولیتوں کے بعض نقصانات: 21

نیک امراء کی غیرت اور بہترین کردار کے بعض واقعات: 23

1۔ محمود غزنوی رحمہ اللہ کا واقعہ 23

مامورین پر امیر کے حقوق: 24

پہلا حق: سمع وطاعت 24

دوسرا حق: ہر ماموراپنے امیر کا خیر خواہ بنے 24

تیسرا حق: امیر کی برائی نہ کرنا 25

صحیح قیادت کی ضرورت 26

صحیح اور ربانی قیادت 26

ربانی قیادت کی علامات: 26

اہمیت العدل 30

عدل کی تعریف: 30

عدل کی اہمیت: 30

بیت المال کے بارے میں کچھ اصول اور احتیاطی باتیں: 34

بیت المال کی تاریخ: 34

ا۔بیت المال کی آمدنی جمع کرنے میں شرعی حدود کا خیال رکھنا: 35

۲۔ پیداوار اور خرچ کا موازنہ کرنا: 35

۳۔ جسے بھی مسوٗول بنایا جائے تو اس سے پہلے اس کا ذاتی سرمایہ معلوم کیا جائے: 36

۴۔ اگر مسوٗول کا مال بڑھ جائے تو اس کے مال کا کچھ حصہ بیت المال میں واپس کیا جاسکتا ہے: 36

۵۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یہ مال میں نے تجارت میں کمایا ہے تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں ہوگا: 36

٦۔ مسوٗولین پر بعض پابندیاں لگانا کھانے پینے، کپڑوں اور سواری کے بارے میں: 36

۷۔ مسؤلین سے وقتاً فوقتاً احتساب کرنا.. 37

۸۔ امیر اور حاکم مال مالک کی طرح نہ خرچ کرے: 37

۹۔ کسی کو مال دینے میں اسراف سے بچے: 38

۱۰۔ ناحق طریقے سے مال جمع کرنے سے بچنا: 38

۱۱۔ اپنی مسؤولیت سے مال جمع کرنے میں استفادہ نہ کرنا.................................. 38

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ (الاحزاب:72) فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف:٦) وقال تعالی فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (الحجر:٩٢) وقال النبی ﷺ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته

ہر انسان کی کوئی نہ کوئی مسؤولیت اور ذمہ داری ہوتی ہے، ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں اس کی مسؤولیت کے مطابق پوچھا جائے گا۔ پھر انسانوں کی اس میں دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جو اپنی مسؤولیت اور امانت کا حق ادا کرتے ہیں اور انہیں اپنی ذمہ داری کا خیال ہوتا ہے اور وہ اس میں اچھا کردار ادا کرتے ہیں، عدل وانصاف سے کام لیتے اور ظلم وزیادتی سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، اپنی اور اپنی رعیت کی اصلاح کرتے ہیں، اپنی ذمہ داری کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے ہیں۔

انسانوں کی دوسری قسم وہ ہے جو کہ اپنی مسؤولیت اور ذمہ داری کا حق ادا نہیں کرتے اور اس کی طرف صحیح توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنی ذمہ داری سے جاہل اور غافل ہوتے ہیں۔

کسی کی مسؤولیت زیادہ اور بڑی ہوتی ہے اور کسی کی کم اور چھوٹی، البتہ ہر انسان کی کوئی نہ کوئی مسؤولیت ضرور ہوتی ہے۔ کسی کی مسؤولیت اس کی اپنی جان کے بارے میں ہوتی ہے اور کسی کی اپنے اہل وعیال کے بارے میں، یعنی اپنی اولاد، شوہر یا بیوی کے بارے میں، اور کسی کی مسؤولیت اس کے دیگر رشتہ داروں کے بارے میں ہوتی ہے، کسی کی مسؤولیت نظم اور جماعت کے بارے میں ہوتی ہے۔ بہرحال کسی کی مسؤولیت زیادہ ہوتی ہے اور کسی کی کم، ہر کسی کو اپنی مسؤولیت اور ذمہ داری کی طرف توجہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اسی لیے ہم مسؤولیت اور ذمہ داری کی طرف توجہ دلانے کے لیے کچھ باتیں ذکر کریں گے۔

1۔ مسؤولیت سے متعلق آیات:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف:٦)

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ امتوں سے اور انبیاء سے اپنی اپنی مسؤولیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (٩٢) عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الحجر:92،93)

ان آیات میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء:26)

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کان، آنکھ اور دل سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (المؤمنون :115)

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تم لوگ عبث نہیں پیدا کیے گئے، مطلب یہ کہ تمھارے ذمہ لازما مسؤولیت اور ذمہ داری ہوگی۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَان (الاحزاب:72)

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ انسان کے کندھوں پر امانت اور ذمہ داری ہے جو کہ مکلفیت اور اوامر اور نواہی کا قبول کرنا ہے۔ انسان کے بارے میں اسی طرح اور بھی بہت سی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں پر بھی مسؤولیت اور ذمہ داری ہے۔

2۔ مسؤولیت سے متعلق احادیث

عن ابن عمر رضی الله عنه عن النبی صلی انه قال الا كلكم راء وكلكم مسؤول عن رعيته فالامير الذی علی الناس راء وهو مسؤول عن رعيته

"خبردار تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جو امیر لوگوں پر مقرر ہو وہ بھی راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت (مامورین) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بحواله فضيلة العادلين من الولاة لابي نعيم الاصبهانی المتوفی ۳۳۶ھ)

ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی آتا ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کا راعی ہے، اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے، اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے، اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

3۔امیر کی مسؤولیت (ذمہ داری) اور اس پر رعیت کے حقوق

امیر کی پہلی ذمہ داری: رعیت کے درمیان مساوات کرنا

اللہ تعالی حکام کو امر کرتے ہیں کہ تمام لوگوں کے درمیان عدل کرو:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ:8)

امیر ذمہ داریوں اور اموال میں رشتہ داروں اور اقارب سے امتیازی سلوک نہ رکھے۔یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے شام کی طرف بھیجا تو مجھ سے کہا وہاں تمھاری رشتہ داری ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم انہیں اِمارت میں ترجیح دو، مجھے تمھارے بارے میں زیادہ ڈر اسی بات کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ہو اور فامر عليهم احدا محاباة له لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا ومن اعطى احدا من مال شيئا محاباه فعليه لعنة الله (پھر وہ کسی کو خصوصی لحاظ کی وجہ سے امیر بنائے تو اس پر اللہ تعالی کی لعنت ہے۔)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی کا ذمہ اس سے بری ہے۔ایک روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ کہا کہ تم اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتے ہو، اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ من ولی ذا قرابة له محاباة وهو يجد خيرا منه لم يرح رائحة الجنة (جو اپنے رشتہ دار کو اس کے خصوصی لحاظ کی وجہ سے اِمارت دے اس حال میں کہ اس سے بہتر کوئی اور ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔(فضيلة العدلين من الولاة لابي نعيم الاصبهانی)

محمد ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے سسرالی آئے کہ ہمیں بیت المال سے کچھ دیں، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اردتَ ان القى الله ملكا خائنا؟ (تم چاہتے ہو کہ میں اللہ تعالی سے اس حال میں ملوں کہ میں ایک خائن بادشاہ ہوں)، پھر اس کے بعد انہیں اپنے ذاتی مال سے دس ہزار عطاء کیے۔(بحوالہ الطرق السلمیۃ فی تغیر الحاکم الفاسد لیحی بن علی)

امیر کی دوسری ذمہ داری: مسلمانوں کی مصلحت کو دیکھنا

امیر جو بھی کام کرے تو اس میں مسلمانوں کی مصلحت کو دیکھے، وہ کام کرے کہ جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو، جس کام میں مسلمانوں کا فائدہ نہ ہو وہ نہ کرے، جیسا کہ اصولی کہتے ہیں کہ تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة (امام رعیت کے لیے جو بھی تصرف کرے تو اس کا دار ومدار مصلحت پر ہوتا ہے۔)

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

منزلة الامام من الرعية منزلة الولی من اليتيم (امام رعیت کے لیے ایسا ہے کہ جیسا ولی یتیم کے لیے ہوتا ہے۔)

امیر کی تیسری ذمہ داری: رعیت کی صحیح نگرانی

امیر اپنی رعیت کی صحیح نگرانی کرے ورنہ اس کی رعیت میں جتنے لوگ ہوں گے اور جتنے گناہ ہوں گے، سب کی پوچھ اس سے ہوگی۔

امام طرطوسی رحمہ اللہ کا خط:

امام طرطوسی المالکی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے امیر یوسف بن تاشفین رحمہ اللہ کو خط لکھا:

فاتق الله يا ابا يعقوب فی امة محمد فان لك مع الله تعالی موقفا يسئلك فيه عنهم شخصا شخصا ذكر وانثى صغيرا وكبيرا حرا وعبدا مسلما وذميا فاعد لذالك المقام كلاما ولذالك السؤال جوابا

"اے ابو یعقوب! امتِ محمدی کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، کیوں کہ تمہیں اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اللہ تعالی تم سے ایک ایک شخص کے بارے میں پوچھیں گے، مرد و عورت، چھوٹے بڑے، آزاد وغلام، مسلمان وذمی کے بارے میں، تو اس جگہ کھڑے ہونے کے لیے اپنی بات اور ان سوالوں کے جواب تیار کرو۔

واعلم يا ابا يعقوب انه لايزنی فرج فی ولايتك وفی سلطانك وطول عمرك الا كنت المسئول عنه والمرتهن بجريرته

"اور جان لو کہ اگر تمھاری ولایت اور بادشاہی میں اور تمھاری عمر میں ایک عورت بھی زنا کرے گی تو تم سے اس کی پوچھ ہو گی اور تم اس کے جرم میں رہن ہو گے (یعنی پکڑے جاؤ گے)۔"

وكذالك لا يشرب فيها نقطة مسكر الاوانت المسؤول عنها

"اسی طرح اگر تمھاری امارت اوار ولایت میں اگر معمولی سی بھی شراب پی جائے گی تو تم سے پوچھا جائے گا۔"

ولا ينتهك عرض امرئ مسلم الا وانت المطالب به

"اور اگر ایک مسلمان کی عزت لٹے گی تو بھی تم سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔"

ولا يتعامل بالربا الا وانت الماخوذ به

"اور اگر سود لیا جائے گا تو بھی تمھیں پکڑا جائے گا۔"

وكذالك سائر المظالم وكل حرمة انتهكت من حرمات الله تعالى فعهدتها عليك لانك القادر على تغييرها

"اسی طرح تمام مظالم اور اللہ تعالی کی وہ تمام حرمتیں جو پامال کی جائیں گی تو اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہے، کیوں کہ تم ان کو بدلنے پر قدرت رکھتے ہو۔"

فاما ما خفي من ذالك ولم يكن ظاهرا يراه المسلمون فانت المبرء منه ان شاء الله تعالى

"اور جو گناہ اور شریعت کے مخالف کام پوشیدہ ہوں اور ظاہر نہ ہوں کہ جسے مسلمان دیکھ سکیں تو تم اس سے بری ہو، انشاء اللہ۔"

الا ترى الى عمر بن الخطاب كيف اشفق ان يطالبه الله ببعير من ابل الصدقة وانما هو البعير للمسلمين فركب على بعيره وجعل يطلبه نبضه

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ عمر رضی اللہ عنہ کتنا ڈرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے صدقے کے ایک اونٹ کے بارے میں بھی پوچھیں گے، یہ مسلمانوں کا ایک اونٹ تھا، لہٰذا اونٹ پر سوار ہو جاتے اور خود سے اونٹ تلاش کرتے۔"

ولا عذرلك عند الله تعالى ان تقول لم يبلغني فانك اذا احتجبت عن المسلمين فكيف تعلمه وتراه

"اور تم اللہ تعالیٰ سے اس بہانے سے نہیں چھوٹ سکتے کہ تم کہو کہ مجھے معلوم نہیں تھا، کیوں کہ جب تم مسلمانوں سے چھپ جاؤگے تو تمھیں کیا پتہ چلے گا اور تم کیا دیکھوگے۔"

ولقد بلغني يا ابا يعقوب انك احتجبت عن المسلمين بالحجارة والطين واتخذت دونهم حجابا وان طالب الحجة ليظل يومه ببابك فما يلقاك

اور مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے خود کو مسلمانوں سے پتھر اور مٹی (یعنی دیواروں) کے پیچھے چھپالیا ہے، حاجت مند تمھارے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن تم سے ملاقات نہیں کر سکتے۔"

امام طرطوسی رحمہ اللہ نے یوسف بن تاشفین کو یہ بھی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کافروں سے جہاد فرض کیا ہے، کیوں کہ تمھارے پاس اسلحہ اور تمام سامان موجود ہے، پھر آخر میں یہ بھی لکھا:

فاحذر يا ابا يعقوب ان ترد على جنة عرضها السموات والارض فلا يكون لك فيها موقف قدم اعاذنا الله واياك من هذا الموقف

"اے ابو یعقوب! اس بات سے ڈرو کہ تم اس جنت جاؤ کہ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے، اور تمھارے لیے اس میں قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اس سے بچائیں۔"

فائدہ:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ ہر امیر اور حکمران کی امارت اور حکمرانی میں جتنے کام شریعت کے خلاف ہوں گے اور جتنے گناہ ہوں گے تو اس کے امیر اور حکمران سے پوچھا جائے گا۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا واقعہ

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ میں ایک دن عمر بن عبد العزیز کے پاس گئی، جائے نماز پر بیٹھے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور گالوں پر آنسوں بہہ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو کہا کہ مجھے امت کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے فتفكرت فى الفقير الجائع والمريض الجائع والعارى المجهود واليتيم المكسور والارملة الوحيدة والمظلوم المقهور والغريب والاسير والشيخ الكبير وذى العيال الكثير والمال القليل واشباههم فى اقطار الارض واطراف البلاد

"میں اس فقیر کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کہ بھوکہ ہوگا، وہ مریض جو بھوکہ ہوگا، وہ بے کپڑے شخص جو مشکل میں ہوگا، وہ شکستہ دل یتیم، وہ بیوہ جو اکیلی ہوگی، وہ مظلوم جو مغلوب ہوگا، وہ مسافر اور قیدی اور بوڑھا اور وہ شخص کہ جس کی اولاد زیادہ ہو اور اس کے پاس مال کم ہو اور زمین اور شہروں کے اطراف میں وہ عاجز اور مظلوم لوگ، میں ان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

فعلمت ان ربي عزوجل سيسئلنى عنهم يوم القيامة

"مجھے معلوم ہے کہ میرا رب قیامت کے دن مجھ سے ان سب کے بارے میں پوچھے گا۔

وان خصمى دونهم محمد ﷺ (اور ان کی طرف سے محمد ﷺ مقدمہ لڑیں گے)

فخشيت ان لا يثبت لى حجة عند خصومته

"میں ڈرتا ہوں کہ جب محمد ﷺ ان کی وکالت کریں گے تو میرے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔"

فرحمت نفسى فبكيت

"مجھے اپنے اوپر رحم آگیا تو میں رو پڑا۔"

(البداية والنهاية ص:34 ج:6)

فائدہ:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ ہر امیر اور مسؤول کی امارت اور مسؤولیت میں جتنے کمزور اور عاجز اور مظلوم ہیں، ان سب کے بارے میں اللہ تعالی اس سے پوچھیں گے۔

جو امیر اپنی رعیت کی صحیح نگرانی اور خیر خواہی نہیں کرتا اس کے بارے میں وعیدیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ایما وال لقی اللہ وھو غاش لرعیتہ حرم اللہ علیہ ان یدخل الجنۃ

"وہ امیر جس نے اپنی رعیت سے خیانت کی ہوگی جب وہ اللہ تعالی سے ملے گا تو اللہ تعالی اس پر جنت میں داخل ہونا حرام کردیں گے۔" (ابو نعیم الاصبهانی، احمد)

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ بڑی خیانت یہ ہے کہ جاہل اور ظالم کو معلومات کے بعد بھی اپنی مسؤولیت پر چھوڑ دیا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو والی بنائے فبلغه عنه ظلم لرعيته فلم يعزله فقد خان الله ورسوله (اور اس امیر کو اپنے والی کے ظلم کی خبر پہنچے اور وہ اسے معزول نہ کرے تو اس بڑے امیر نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی۔) (بحوالۃ فضیلۃ العادلین من الولاۃ)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ما من وال ولی من امر المسلمین شیئا (جو مسؤول مسلمانوں کی کسی چیز کا ذمہ دار بنا دیا جائے) فلم یحط من ورائھم بالنصیحۃ (اور پھر ان کی خیر خواہی نہ کرے) الا اکبہ اللہ علی وجھہ فی جھنم یوم یجمع اللہ الاولین والآخرین (مگر اللہ تعالی جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیں گے، جس دن اللہ تعالی اگلے اور پچھلے تمام لوگوں کو جمع کریں گے) (اس سے متعلق ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا آئندہ آنے والا واقعہ بعد میں دیکھیں)

ایک روایت میں آتا ہے:

ما من امیر یلی امور المسلمین ثم لا یجتھد لھم وینصح لھم الا لم یدخل الجنۃ (مسلم وابوداؤد)

"جو امیر مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بن جائے اور پھر وہ ان کے لیے کوشش اور خیر کواہی نہ کرے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

امیر کی چوتھی ذمہ داری: رعیت کے ساتھ عدل وانصاف، ظلم وزیادتی سے پرہیز

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

ما من امیر عشرۃ الا یؤتی بہ یوم القیامۃ ویدہ مغلولۃ الی عنقہ فیفکہ عدلہ او یھلکہ جورہ

یعنی اگر دس لوگوں کا بھی امیر ہوگا تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے۔ پھر یا تو اس کا عدل اسے چھڑالے گا یا اس کا ظلم اسے ہلاک کردے گا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے:

اذا انصف الضعیف من القوی کان معی فی الجنۃ

جب کوئی امیر کسی قوی سے کمزور کے لیے انصاف لیتا ہے تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ابو نعیم الاصبھانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کما ان اقامۃ العدل اجری من عبادۃ الدھور والاعوام کذالك تمکین الجاھلین والجائرین اربی من عصیان الشھور والاعوام

"جیسا کہ عبادت کے زمانوں اور سالوں سے عدل قائم کرنا بہت بہتر ہے تو اسی طرح جاہلوں اور ظالموں کو مقرر کرنا مہینوں اور سالوں کے گناہوں سے بہت بڑا گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عدل ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ قیام لیلھا وصیام نھارھا

"عدل کا ایک گھنٹہ اس ساٹھ سال کی عبادت سے جس میں رات میں نمازیں ہوں اور دن میں روزے ہوں، سے بہتر ہے۔"

وجود ساعة فی حکم اشد واعظم من معصیة ستین سنة

"کسی حکم اور فیصلے میں ایک گھنٹہ ظلم ساٹھ سال کے گناہ سے سخت اور بڑا ہے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے:

یوم امام عادل افضل من عبادة ستین سنة

"عادل امام کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے:

ویرفع للوالی العادل المتواضع کل یام ولیلة عمل ستین صدیقا کلھم عابد مجتھد

"جس والی میں عدل اور عاجزی ہوتا ہے تو اس کے لیے ہر دن اور ہر رات ساٹھ صدیقین کا عمل اوپر جاتا ہے، وہ صدیقین جو کہ سب عبادت اور کوشش کرتے ہیں۔"

(بحوالہ فضیلة العادلین من الولاة وکنز العمال و الجامع الکبیر للسیوطی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سبعة یظلھم اللہ یوم القیامة فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ امام عادل

"سات لوگوں کو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دیں گے، جس دن اللہ تعالی کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، ان میں سے ایک وہ امام اور امیر ہے جو عدل وانصاف کرے۔"

امیر کی اصلاح رعیت اور مامورین کی اصلاح ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اثنان من الناس اذا صلحا صلح الناس واذا فسدا فسد الناس، العلماء والامراء

"دو قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ صحیح ہو جائیں تو سب لوگ صحیح ہو جاتے ہیں اور جب وہ خراب ہو جائیں تو تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں، وہ علماء اور امراء ہیں۔

حدیث کا مرتبہ:

اس حدیث کو بعض علماء نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے موضوع (کما فی سلسلة الاحادیث الضعیفة للالبانی)۔ البتہ اس کا مضمون صحیح ہے، جیسا کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دین تین طرح کے لوگوں سے خراب ہوتا ہے، بادشاہ (امراء) سے، فاسد علماء سے اور فاسد پیروں سے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:

اعلموا ان الناس لن یزالوا بخیر ماستقامت لهم ولاتهم وهداتهم

"جان لو کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے کہ جب تک ان کے والی اور رہبر صحیح ہوں گے۔ (بحوالة فضيلة العادلين من الولاة)

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لو كانت لی دعوة مستجابة جعلتها فی الامام فان صلاحه صلاح العباد والبلاد وفساده فساد العباد والبلاد

"اگر میری کوئی مقبول دعا ہوتی تو میں وہ امیر کے لیے کرتا کیوں کہ امیر کی اصلاح تمام لوگوں اور علاقوں کی اصلاح ہے اور امیر کا فساد تمام لوگوں اور علاقوں کا فساد ہے۔"

امیر کی مثال ایک مزدور کی سی ہے، مزدور کو مزدوری اس وقت ملتی ہے کہ جب وہ صحیح کردار ادا کرے ورنہ سزاوار ہوگا۔

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا واقعہ:

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا السلام علیکم ایھا الاجیر (اے مزدور تم پر سلامتی ہو)، لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ امیر کا لفظ کہو، انہوں نے پھر کہا السلام علیك ایھا الاجیر، لوگوں نے پھر کہا کہ امیر کا لفظ بولو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو مسلم کو چھوڑ دو، یہ اپنی بات کو خوب سمجھتے ہیں۔

ابو مسلم رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے کوئی مزدوری پر لے اور اپنے جانور اس کے حوالے کرے اور اس کے لیے مزدوری بھی مقرر کرے، اس شرط پر کہ تم یہ جانور اچھے طریقے سے چراؤگے اور ان کا اون اور دودھ اچھے طریقے سے حاصل کروگے۔ اگر یہ چرواہا جانوروں کو اچھے طریقے سے چَرائے اور ان کا اون پورا حاصل کرے، یہاں تک کہ چھوٹا بچہ بڑا ہو جائے اور کمزور صحت مند ہو جائے تو پھر مالک اسے مزدوری دے گا اور اوپر بھی کچھ دے گا۔ لیکن اگر وہ جانور صحیح طریقے سے نہ چَرائے بلکہ انہیں برباد کردے، کمزور مر جائے اور صحتمند کمزور ہو جائے اور دودھ اور اون بھی صحیح حاصل نہ کرے تو مالک اس پر غصہ ہوگا اور اسے مزدوری بھی پوری نہیں دے گا۔

امیر جب ظلم یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکتیں ختم ہو جاتی ہیں:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ بھیس بدل کر اپنے ملک میں پھر رہا تھا۔ ایک شخص کے پاس گیا، اس کے پاس ایک گائے تھی، جب شام ہوئی تو اس نے گائے کا دودھ دوہیا تو اس نے تیس گائیوں کا دودھ دیا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اس سے یہ گائے لے لے۔ اگلی صبح گائے چرنے چلی گئی، جب شام کو واپس آئی تو مالک نے جب اس کا دودھ دوہیا تو اس نے آدھا دودھ دیا، پندرہ گائیوں کا دودھ دیا۔

بادشاہ نے اس شخص سے پوچھا کہ اس نے دودھ کیوں کم دیا ہے، کیا آج کسی اور جگہ چر کر آئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ بادشاہ نے اسے لینے کا ارادہ کیا ہے، اس لیے اس نے دودھ کم دیا ہے۔ فان الملك اذا ظلم او ھم بظلم ذھبت البرکة (کیوں کہ بادشاہ جب ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔) بادشاہ نے کہا کہ میں سمجھ گیا، یہی بات ہے۔

پھر بادشاہ نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اسے نہیں لوں گا اور نہ ہی اس کا مالک بنوں گا۔ اگلے دن جب شام کے وقت گائے آئی اور مالک نے اس کا دودھ نکالا تو اس نے پھر تیس گائیوں کا دودھ دیا۔ بادشاہ نے خود سے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ ہمیشہ عدل سے کام لے گا اور ظلم نہیں کرے گا۔ (رواہ ابونعیم الاصبھانی والخرائطی ونضرۃ النعیم)

جتنا عدل ہوتا ہے اتنی ہی برکتیں ہوتی ہیں:

اسی طرح جب عدل زیادہ ہوتا ہے تو برکتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں "سواد العراق" کے خراج کی آمدنی ایک کروڑ سینتیس لاکھ تھی۔ پھر اس میں وقتاً فوقتاً کمی آتی رہی، یہاں تک کہ حجاج کے زمانے میں آمدنی اٹھارہ لاکھ تک پہنچ گئی۔ پھر جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو پہلے سال آمدنی تیس لاکھ تک پہنچ گئی اور دوسرے سال ساٹھ لاکھ ہو گئی۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملك عادل خير من مطر وابل ومن كثر ظلمه واعتدائه قرب هلاكه وفنائه (عادل بادشاہ تیز بارش سے زیادہ بہتر ہے اور جس کا ظلم و زیادتی زیادہ ہوجائے تو اس کی ہلاکت اور خاتمہ نزدیک ہوجاتا ہے۔ (بشریات السلامه من احوال القيامة ص:98 ج:3)

امراء کی نجات کا راستہ:

سلیمان بن عبد الملک رحمہ اللہ مدینہ طیبہ آئے، زہری رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ تھے، انہوں نے ابو حازم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ كيف النجاة مما نحن فيه (جس ذمہ داری میں ہم ہیں اس میں نجات کیسے ملے گی؟) انہوں کہا کہ يسير هين (یہ تو بہت آسان کام ہے) تاخذ المال من حله وتضعه فی حقه (حلال طریقے سے مال جمع کرو اور صحیح مصرف میں خرچ کرو اور حقدار کو دو) (بحوالہ اخبار الشیوخ واخلاقهم لابی بکر المروذی المتوفی ۲۷۵ھ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يبال من اين جمع المال لم يبال الله من اين ادخله النار

جو شخص یہ فکر نہ کرے کہ کس طرح مال جمع کرے تو اللہ تعالی اس بات کی پروا نہیں رکھتے کہ اسے آگ میں کہاں سے داخل کریں۔

مسؤولیت کے بارے میں عذاب اور وعیدیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انکم ستحرصون علی الامارۃ وستصیر ندامۃ وحسرۃ فنعمت المرضعۃ وبئست الفاطمہ

"تم لوگ اِمارت کی حرص کرتے ہو اور عنقریب یہ شرمندگی اور نقصان کا باعث بنے گی۔ بہت اچھی دودھ پلانے والی ہے اور بہت بری دودھ چھڑانے والی ہے۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتی ہیں کہ عادل قاضی قیامت کے دن یہ ارمان کریں گے کہ کاش میں ثریا ستارے پر لٹکا ہوتا وانہ لم یقض بین اثنین فی تمرۃ او تمرتین شك ابو احمد (اور اس نے کبھی دو لوگوں کے مابین ایک یا دو کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔) (بحوالہ اخبار الشیوخ واخلاقھم)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن بعض قومیں یہ ارمان کریں گی کہ ہم ثریا ستارے سے بالوں کے ذریعے لٹک رہے ہوتے اور زمین و آسمان کے درمیان حرکت کرتے لیکن وانھم لم یلوا عملا (کسی کام کی مسؤولیت نہیں کرتے۔) (بحوالہ سابقہ وضعفہ البانی)

مسؤولیتوں سے سَلَف صالحین کا اجتناب:

مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لان تقطع یدی احب الی من اکون قاضیا (میرا ہاتھ کٹ جائے یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ میں قاضی بن جاؤں) ولان تصرب عنقی احب الی من ان اکون علی بیت المال (اور یہ کہ میری گردن اڑادی جائے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں بیت المال پر مقرر کردیا جاؤں)۔

حیوہ بن شریح رحمہ اللہ کا واقعہ:

جب ابو عون مصر آیا اور وہاں قتل و غارت شروع کیا اور شہر پر قبضہ کرلیا تو حیوہ بن شریح رحمہ اللہ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ جب وہ آئے تو ابو عون نے ان سے کہا کہ انا معشر الملوك لانعصی فمن عصانا قتلناہ (ہمارے بادشاہوں کی کوئی مخالفت نہیں کرسکتا اور جو کوئی مخالفت کرتا ہے تو ہم اسے قتل کردیتے ہیں) قد ولیتك القضاء (میں نے تمھیں قاضی بنادیا ہے)۔ انہوں نے کہا کہ میں گھر والوں سے مشورہ کرلوں؟ تو اس نے کہا کہ جاؤ مشورہ کرلو۔ حیوہ بن شریح رحمہ اللہ گھر آئے، سر اور ڈاڑھی کو دھویا، خوشبو لگائی اور صاف کپڑے پہنے اور بادشاہ کے سامنے پہنچ کر کہا کہ فاقض ماانت قاض(طه:72) فلست اتولی لك شیئا (تم جو فیصلہ کرنا چاہتے ہو کرلو، میں تمھارے لی کوئی مسؤولیت نہیں کرسکتا)۔ بادشاہ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ گھر واپس آ گئے۔

بنی اسرائیل کے قاضی کا واقعہ:

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھا، جب اس کی وفات ہوئی تو ان کے بادشاہ نے قوم کے بہترین لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اختاروا مائة رجل (تم لوگ سو لوگوں کو منتخب کرو)۔ انہوں نے سو لوگوں کو منتخب کرلیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ اختاروا منکم عشرة (اب اپنے میں سے دس لوگوں کو منتخب کرو)، انہوں نے جب دس لوگوں کو منتخب کرلیا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ اختاروا منکم ثلاثة رجال (تم لوگ اپنے میں سے تین لوگوں کو منتخب کرو)، جب انہوں نے تین لوگوں کو منتخب کیا تو بادشاہ نے کہا کہ اختاروا منکم خیرکم (اپنے میں سے سب سے بہترین شخص کو منتخب کرو)۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک کو منتخب کرلیا۔ پھر انہوں نے اسے قضاء حوالہ کرنا چاہی تو اس نے انکار کردیا۔ اسے وحی (یعنی الہام) ہوا کہ لم تابي ان تقضی بین بنی

اسرائیل (بنی اسرائیل کے درمیان قضاء کرنے سے کیوں انکار کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے فیصلوں میں ظلم نہ ہو جائے اور مجھے پتہ بھی نہ ہو۔ تو اس کو کہا گیا کہ ہم تمھارے لیے کوئی ایسی نشانی مقرر کر دیں گے کہ تم خود سے عدل اور ظلم پہچان لوگے۔ وہ نشانی یہ ہے کہ تم اپنے گھر میں ایک کیل ٹھوک لو اس طور پر کہ تمھارا ہاتھ اس تک پہنچے، پھر جب تم انصاف کا فیصلہ کروگے تو تمھارا ہاتھ اس تک پہنچے گا اور اگر تم ظلم کا فیصلہ کروگے تو تمھارا ہاتھ اس تک نہیں پہنچے گا۔

اس شخص نے یہ کام کیا اور بنی اسرائیل کے درمیان فیصلے شروع کر دیے، جب قضاء سے فارغ ہو جاتا تو گھر جاتا اور جب ہاتھ کیل تک پہنچ جاتا تو اللہ کا شکر اداء کرتا۔ ایک دن جب گھر گیا اور ہاتھ کیل کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ کیل تک نہ پہنچا، پریشان ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے۔

اللہ تعالی کی طرف سے اسے وحی (الہام) ہوا کہ آج تمھارا ہاتھ کیل تک اس لیے نہیں پہنچا کیوں کہ تمھارے پاس دو خَصْمَیْن آئے، تمھارے دل میں یہ خیال آیا کہ اس شخص کے حق میں فیصلہ ہونا چاہیے اور دوسرے کے خلاف، اس نے کہا کہ یارب هذا شيئ وقع في نفسي ولم افعله فكيف اذا عملته (اے رب یہ بات تو میرے دل میں آئی تھی اور میں نے اس پر عمل نہیں کیا تھا، اگر میں اس پر عمل کرتا تو پھر کیا حال ہوتا فترك القضاء (پھر قضاء کو چھوڑ دیا)

(اخبار الشیوخ واخلاقھم)

بہر حال اس نے اپنی مسؤولیت اور قضاوت اس وجہ سے چھوڑ دی کہ کہیں مجھ سے ظلم وزیادتی نہ ہو جائے۔

مسؤولین اور امراء کے لیے وصیتیں:

سب سے پہلے ہم ان وصیتوں کا خلاصہ نقل کریں گے جو کہ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کی تھیں:

1۔ اللہ سے ڈرو اور مخلوق کی پرواہ نہ کرنا۔

2۔ مسلمانوں کے لیے وہ چیز پسند کرو جو اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہو۔

3۔ ولا تقضين فی امر واحد بقضائين (اور کسی چیز کے بارے میں دو طرح کے فیصلے نہ کرنا) فيختلف عليك امرك وتنزء عن الحق (کام خراب ہو جائے گا اور حق سے پھر جاؤگے)

4۔ قول و فعل ایک جیسا کرو اور اپنے قول کی تصدیق عمل سے کرو۔

5۔ اور اللہ تعالی کو راضی کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

6۔ ويكفيك ما همك (اور کافی ہے تمھارے لیے تمھارا غم) (بحواله اخبار الشيوخ واخلاقهم مع الاختصار)

7۔ خواہشات نہ پوری کرنا:

سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ كان عمر يشتهي الشيئ لعله يكون ثمن درهم فيؤخره سنة (عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی ایسی چیز کی خواہش ہوتی کہ جس کی قیمت دو روپے ہوتی لیکن وہ اسے ایک سال تک مؤخر کر دیتے۔)

8۔ جو ذمہ دار ظلم و زیادتی کریں انہیں بدلیں:

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ايما عامل لی ظلم احدا فبلغتنی مظلمته فلم اغيرها فانا الذی ظلمته (میرا جو ذمہ دار کسی پر ظلم کرے اور مجھے اس کا ظلم پہنچ جائے اور میں اسے نہ بدلوں تو یہ ظلم گویا میں نے کیا۔) یعنی ہر ظالم سے پوچھ گچھ کرنی چاہیے۔

9۔لوگوں کی ضرورتیں معلوم کرکے انہیں پورا کرنا:

عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ لوگوں کی ضرورتیں ہوتی ہیں اور وہ خود سے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور میرے مسؤولین بھی مجھ تک ان کی ضرورتیں نہیں پہنچاتے۔ اگر میں زندہ رہا تو پورے سال چکر لگاؤں گا۔ شام جاؤں گا وہاں دو مہینے گزاروں گا، پھر جزیرہ جاؤں گا اور وہاں بھی دو مہینے گزاروں گا، پھر مصر میں بھی دو مہینے گزاروں گا، پھر بحرین میں بھی دو مہینے گزاروں گا، پھر کوفی میں دو مہینے گزاروں گا، پھر بصریٰ میں دو مہینے گزاروں گا۔

10۔بیت المال کی چیزوں میں نہ چرنا:

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ خوش نصیب راعی (امیر) وہ ہے کہ جس کی وجہ سے رعیت خوش نصیب ہو جائے، اور اللہ تعالی کے نزدیک بد نصیب راعی وہ ہے کہ جس کی وجہ سے رعیت بد نصیب ہو جائے وایاك ان ترتع فیرتع عمالك (خود کو چرنے سے بچانا کیوں کہ پھر تمھارے ذمہ دار بھی چریں گے) تو تمھاری مثال اس جانور کی سی ہو جائے گی جو ہریالی کو دیکھے اور اس کو کھائے اور فربہ ہو جائے وانما حتفھا فما سحنھا (اور اس کی موت اسی میں ہوتی ہے) والسلام علیك (بحوالہ الطرق السلمیہ فی تغیر الحاکم الفاسد)

11۔نیک لوگوں کو مسؤولیتیں دینا اور ظالموں کو معزول کرنا:

جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو انہوں نے نیک لوگوں کو ذمہ داریاں دیں، جو کہ امانت دار، ہوشیار اور کام کو چلانے والے تھے، اور حجاج بن یوسف کے تمام ذمہ داروں کو معزول کر دیا۔ اسی طرح افریقہ کے والی یزید بن ابی مسلم کو بھی معزول کر دیا، کیوں کہ وہ بے گناہ لوگوں کو قید کرتا اور سزائیں دیتا تھا۔ بعض ظالم ذمہ داروں کو سزائیں بھی دیں، جیسا کہ اسامہ بن زید التنوخی جو کہ مصر کا مالی رئیس تھا اور بہت ظلم کرتا تھا، لوگوں کے ہاتھ کاٹتا اور پیٹ چاق کرتا تھا، اس کے بارے میں فیصلہ کیا کہ یہ ہمیشہ جیل میں رہے گا اور جتنے حکومتی مراکز ہیں سب میں ایک ایک سال گزارے گا۔

12۔ظالموں سے لوگوں کے حق وصول کرکے لوٹانا:

جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو ان کا خاندان اور رشتہ دار بنوامیہ بہت مالدار تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جن چیزوں کے مالک معلوم تھے وہ ان سے لے کر لوٹا دیں، اور جن چیزوں کے مالک معلوم نہ تھے تو انہیں مسلمانوں کے بیت المال میں لوٹا دیا، اور ہر کسی سے یہ پوچھتے تھے من این لك هذا (یہ مال تمھارے پاس کہاں سے آیا؟)

پہلے بنوامیہ کو نصیحتیں کیں، اللہ تعالی سے ڈرایا کہ ان مالوں میں تمھارا اتنا حق نہیں بنتا، جتنا حق ایک صحرائی کا اور ایک چرواہے اور زمیندار کا ہے اُتنا ہی تمھارا بھی بنتا ہے۔ لیکن جب نرمی اور نصیحتوں سے کام نہ بنا تو پھر ان کے ساتھ سختی شروع کی یہاں تک کہ وہ تسلیم ہوگئے اور دوسروں کے اموال واپس کردیے۔ بعض بنوامیہ ایسے تھے کہ جن کی بڑی بڑی تنخواہیں تھیں، ان کی تنخواہیں بند کردیں اور ان کے لیے عام لوگوں کی طرح عام تنخواہیں مقرر کردیں، اور ان سے کہا کہ جیسا کام دوسرے لوگ کرتے ہیں ویسا ہی تم لوگ بھی کرتے ہو۔

ایک دفعہ بنوامیہ کو ولیمہ کی دعوت دی، جب بہت وقت گزر گیا اور وہ بہت بھوکے ہوگئے تو ان کے سامنے غریب لوگوں کا عام سا کھانہ رکھدیا۔ جب وہ خوب سیر ہوگئے تو ان کے سامنے خوب عالی شان کھانہ رکھا، لیکن وہ مزید نہیں کھا سکتے تھے تو ان سے کہا کہ فلم التقحتم فی النار من اجل اکلة وشربة (کھانے پینے کی وجہ سے کیوں خود کو جہنم میں ڈالتے ہو۔) یعنی جب عام کھانے پر گزارا ہوسکتا ہے تو اچھی خوراک کے چکر میں کیوں خود کو جہنم میں ڈالتے ہو۔ (رجال من التاریخ بحوالة الطریق السلمیة)

13۔ اپنی مسؤولیت کا احساس پیدا کرنا:

ہر مسؤول کو اپنے اندر اپنی مسؤولیت کا احساس پیدا کرنا چاہیے، کیوں کہ مسؤولیت اس کے کندھوں پر اللہ تعالی اور لوگوں کی ایک امانت ہے، جسے صحیح طریقے سے اداء کرنا فرض ہے۔ جسے اپنی مسؤولیت کا احساس ہوتا ہے تو اس میں اخلاص ہوتا ہے اور لوگوں کو اس پر اعتماد بھی ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت اور احترام بھی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اس سے پہلے شرعی دورے میں ذکر کی ہے۔

14۔ اپنے نفس کی اصلاح کی فکر کرنا:

جب رات کو اندھیرا ہو جاتا تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں پر درہ مارتے اور خود سے کہتے کہ ماذا عملت الیوم (آج تم نے کیا کام کیا؟)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک باغ میں گئے، میرے اور ان کے درمیان صرف ایک دیوار تھی، خود سے کہا کہ واللہ لتتقین اللہ او لیعذبنك (اللہ کی قسم! اللہ تعالی سے ڈر ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا)

ایک دفعہ ایک شخص کو درہ مارا، گھر گئے دو رکعت نماز پڑھی، پھر خود سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے خطاب کے بیٹے! تم پست تھے اللہ تعالی نے تمھیں بلند کیا، تم گمراہ تھے اللہ تعالی نے تمھیں ہدایت دی، تم ذلیل تھے اللہ تعالی نے تمھیں عزت دی، مسلمانوں کا بڑا بنایا، پھر ایک آدمی تم سے کسی کے ظلم کی شکایت کرتا ہے اور تم اس کو مارتے ہو ماذا تقول لربك غدا اذا اتیته (کل اللہ تعالی کو کیا جواب دوگے)، پورے دن خود کو اسی طرح ملامت کرتے رہے۔ (مناقب عمر لابن الجوزی)

مسؤولیتوں کے بعض نقصانات:

مسؤولیتوں کے بعض نقصانوں کی طرف پہلے بھی اشارے گزر گئے، اب ہم بعض مزید نقصان ذکر کریں گے۔ ان نقصانوں کا بیان حسن بصری رحمہ اللہ ان سے کے اس کلام میں ہوا ہے کہ جو ابو بکر المروزی رحمہ اللہ نے "اخبار الشیوخ" میں نقل کیا ہے:

1۔ مسؤولیت کی وجہ سے انسان امتحانوں میں گھر جاتا ہے اور مسؤولیت سے قبل عافیت اور آسانی میں ہوتا ہے۔

2۔ مسؤولیت کی وجہ سے خوشی تو ملتی ہے لیکن ثواب ختم ہو جاتے ہیں۔

3۔ اپنے سے بڑے امیر سے ڈر ہوتا ہے لیکن مامورین کے حق میں ظلم ہوتا ہے۔

4۔ اپنے گھوڑے اور سواری کو اچھا رکھتا ہے لیکن دین کو کمزور اور بے کار رکھتا ہے۔

5۔ گھر اور محل مضبوط ہوتے ہیں لیکن قبریں تنگ ہو جاتی ہیں۔

6۔ کپڑے نئے ہو جاتے ہیں اور دین پرانا۔

7۔ خوراک حرام ہوتی ہے، کڑوے کے بعد میٹھا کھاتا ہے، ٹھنڈے کے بعد گرم اور خشک کے بعد تر کھاتا ہے اور پھر بد ہضمی کا شکار ہو جاتا ہے، قیامت کے دن اس پر شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

نیک امراء کی غیرت اور بہترین کردار کے بعض واقعات:

1۔ محمود غزنوی رحمہ اللہ کا واقعہ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البدایة والنہایة" میں 418ھ کے واقعات میں ذکر کیا ہے کہ جب محمود غزنوی رحمہ اللہ ہندوستان میں داخل ہوئے تو ہندوؤں کے مشہور بت سومنات کو توڑ دیا۔ وہاں اس طرح لوگ آتے تھے جیسا کہ کعبے کے لیے لوگ آتے ہیں، اور اس پر بے حساب مال نچھاور کرتے تھے۔ دس ہزار گاؤں کی آمدن اس کے لیے وقف تھی، ہزار لوگ اس کے خادم تھے، تین سو لوگ اس کے دروازے پر رقص اور ناچ کرتے تھے، اور ہزروں مجاور اس کی آمدنی کھاتے تھے، اور جو ہندو دور رہتے تھے وہ اس کی زیارت اور حج کی بہت تمنا کرتے تھے۔

محمود غزنوی رحمہ اللہ نے استخارہ کیا اور اس بت کو توڑنے کے لیے اس تک پہنچنے کے لیے راستوں کی مشکلات برداشت کرنے کا عزم کیا، کیوں کہ اسلامی سرزمین اور اس بت تک کا فاصلہ ایک مہینے کا تھا۔

اس قربانی کے لیے تیس ہزار سے زیادہ مجاھدین تیار ہوگئے۔ اللہ تعالی نے انہیں اس شہر تک پہنچا دیا کہ جس میں یہ بت تھا۔ اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے سلطان محمود کو اس بت کو چھوڑنے کے لیے بہت سا مال دینے کی پیش کش کی۔ بہت سے امراء نے بھی یہی مشورہ دیا کہ یہ مال لے لیتے ہیں اور اس بت کو نہیں توڑتے۔

سلطان محمود نے کہا کہ میں اللہ تعالی سے استخارہ کروں گا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے کہا کہ میں نے سوچا کہ قیامت کے دن مجھے یہ آواز بہت محبوب ہے کہ این محمود الذی کسر الصنم (وہ محمود کہاں ہے کہ جس نے بت توڑا تھا؟) اس آواز سے کہ وہ محمود کہاں ہے کہ جس نے بت بیچا تھا۔)

پھر اس بت کو توڑ دیا۔ اس میں اتنے بے شمار قیمتی موتی، جواہرات اور سونا چاندی تھے کہ جن کی قیمت ان مالوں سے بہت زیادہ تھی کہ جو وہ سلطان محمود کو پیش کر رہے تھے۔

"الکامل فی التاریخ" میں اور "تاریخ ابن خلدون" میں کہتے ہیں کہ اس میں سونے کی ایک زنجیر تھی جس میں ایک گھنٹی تھی، اس کا وزن دو سو من تھا، جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو زنجیر کو حرکت دی جاتی تو گھنٹی آواز کرتی۔ جس قلعے میں یہ بت تھا وہ دریا کے کنارے تھا اور محمود غزنوی رحمہ اللہ اس کی طرف ملتان کے راستے گئے تھے۔

مامورین پر امیر کے حقوق:

امیر کے اپنے مامورین پر بہت سے حقوق ہیں، مامورین کو اپنے حقوق اداء کرنے چاہیں اور ان کے لیے ان میں کوتاہی جائز نہیں ہے۔

پہلا حق : سمع وطاعت

مامورین پر امیر کا پہلا حق یہ ہے کہ مامورین اپنے امیر کی سمع وطاعت کریں، البتہ اگر امیر گناہ کا حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت جائز نہیں، کیوں کہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ واولی الامر منکم (النساء:59) (اپنے امراء کی تابعداری کرو)

نبی ﷺ نے فرمایا:

على المرء المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره الا ان يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة (متفق علیہ)

"مسلمان پر امیر کی سمع وطاعت فرض ہے ہر اس کام میں جو اس کو اچھا لگے یا برا، الا یہ کہ وہ معصیت کا حکم دے، گناہ کے کام میں امیر کی سمع وطاعت جائز نہیں۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عليك السمع والطاعة فى عسرك ويسرك ومنشطك ومكرهك واثرة عليك (مسلم)

یعنی ہر حالت میں اپنے امیر کی طاعت کرو، سختی میں بھی اور آسانی میں بھی، خوشی میں بھی اور غم میں بھی، چاہے وہ کسی کو تم پر ترجیح دے۔

دوسرا حق: ہر مامور اپنے امیر کا خیر خواہ بنے

مامورین پر لازم ہے کہ وہ امیر کے خیر خواہ بنیں اور اسے نیکی کے کاموں کی طرف متوجہ کریں، اسے امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کریں، اللہ تعالی اور رعیت کے حقوق اسے یاد دلائیں۔ ابو نعیم الاصبھانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ومن نصح الولاة والامراء اهتدى ومن غشهم غوى واعتدى

"جو شخص امراء کی خیر خواہی کرے تو وہ ہدایت والا ہے اور جو ان کے ساتھ خیانت کرے تو وہ گمراہ ہے اور زیادتی کرنے والا ہے۔"

تیسرا حق: امیر کی برائی نہ کرنا

امیر کا تیسرا حق یہ ہے کہ مامورین مجلسوں، بازاروں اور مساجد میں امیر کی برائی بیان نہ کریں، اس کے بارے میں برا بھلا نہ کہیں، کیوں کہ امیر کی غیبتیں کرنا یا اس کی نافرمانی و مخالفت کرنا بہت سے فتنوں کا سبب بنتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ بہترین امیر وہ ہیں کہ جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم انہیں دعائیں دو اور وہ تمھیں دعائیں دیں، اور خراب امراء وہ ہیں کہ جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیر کو برا بھلا نہ کہو، کیوں کہ امیر اللہ تعالی کا سایہ ہے زمین پر، امیر کے ذریعے حق قائم ہوتا ہے، دین ظاہر ہوتا ہے، ظلم ختم ہوتا ہے، فاسق ہلاک ہوتے ہیں۔

لہٰذا امراء کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ رہیں اور مامورین بھی امیر کے حقوق اداء کریں۔

صحیح قیادت کی ضرورت

دینِ اسلام میں قیادت اور قائد کی بہت تاکید اور ضرورت بیان ہوئی ہے۔ انسان کو اجتماعیت کی ضرورت ہے اور اجتماعیت کے لیے قائد اور قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جب تین یا اس سے زیادہ افراد ہوں تو کسی کو امیر مقرر کریں۔ کیوں کہ اگر قیادت نہ ہو تو ہر کوئی اپنی رائے اور اپنی خواہش پر عمل کرتا ہے اور یہ پھر اختلاف اور ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمانوں پر امام، والی اور حکمران مقرر کرنا فرض ہے، تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔

صحیح اور ربانی قیادت

امت مسلمہ کو صحیح اور ربانی قیادت کی بہت ضرورت ہے کیوں کہ قیادت کی مثال سر کی ہے باقی بدن کے لیے۔ جب قیادت صحیح ہوتی ہے تو پوری امت صحیح رہتی ہے اور جب قیادت خراب ہو تو پوری امت خراب ہو جاتی ہے۔ ''الرحیق المختوم'' میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کی قربانیوں کے چھ اسباب اور وجوہات بیان ہوئی ہیں، ان میں سے ایک وجہ قیادت ہے، یعنی صحابہ کرام کی قیادت صحیح تھی، ان کی قیادت قائدِ اعلیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کر رہے تھے، آپ ﷺ ایسے بے مثال قائد تھے کہ جن سے دوستوں سے زیادہ دشمن زیادہ متاثر تھے۔

آج کل امتِ مسلمہ کی ایک بڑی مشکل صحیح اور ربانی قیادت کا فقدان اور عدمِ وجود ہے۔ دینِ اسلام کے دشمنوں کو بھی ربانی قیادت کی اہمیت کا علم ہے، اسی لیے وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو صحیح قیادت، صحیح قائد اور رہبر نہ مل پائے، اور اگر کبھی مل جائے تو اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اکثر قیادتیں نااہل ہیں اور قیادت کے منصب پر ایسے لوگ بیٹھے ہیں کہ جو شرعاً اس کی اہلیت نہیں رکھتے۔

ربانی قیادت کی علامات:

ربانی قیادت کو معلوم کرنے کا معیار رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین ہیں۔ اسی طرح امتِ مسلمہ میں اور بھی بہت سے ربانی قائدین گزرے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے ہر چیز اور ہر عمل میں بہترین نمونہ ہیں، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

یقنیا تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں تابعداری کا بہترین نمونہ ہے۔

اسی طرح خلفاءِ راشدین اور امتِ مسلمہ کے دیگر ربانی قائدین ہمارے لیے نمونہ ہیں، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ

یعنی صحابہ کی طرح ایمان لاؤ۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اور خلفاءِ راشدین ہمارے لیے قیادت میں بھی بہترین نمونہ ہیں۔ جتنا کوئی قیادت رسول اللہ ﷺ اور خلفاءِ راشدین کی قیادتوں سے زیادہ مشابہت رکھے تو اتنا ہی وہ قیادت صحیح اور ربانی ہو گی۔

آئندہ سطور میں ہم اسی بات کا جائزہ لیں گے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر ربانی قائدین کی قیادت میں کون کون سی علامات، صفات، خصوصیات اور امتیازات تھے، یہاں ہم ان میں سے کچھ مثالیں ذکر کریں گے۔

لیکن اس سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ قیادت میں ایک اہم بات عقیدہ اور نظریہ بھی ہے۔ یعنی قیادت اور جماعت کا عقیدہ اور اس کا منہج وہ ہونا چاہیے کہ جو عقیدہ اور منہج رسول اللہ ﷺ ، صحابہ کرام ، سَلَف صالحین اور اہلِ سنت والجماعت کے ائمہ سے منقول ہے۔

آج کل اکثر قیادتوں اور جماعتوں کے عقیدے اور منہج میں اہلِ سنت والجماعت کے صحیح منہج سے انحراف پایا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل بہت کم لوگ اہلِ سنت والجماعت کے بڑوں کا صحیح منہج اور مزاج پہچانتے ہیں، اس منہج اور مزاج پر چلنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

صحابہ اور دیگر سَلَف کے منہج کی مثال ایک صاف چشمے کے صاف پانی کی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اس صاف چشمے اور صاف پانی میں ملاوٹ اور کدورت پیدا ہوتی رہی۔

رسول اللہ ﷺ اور دیگر ربانی قائدین کی بعض علامات

پہلی علامت: جنگوں کی قیادت بنفسِ نفیس

ربانی قیادت کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ جنگوں کی قیادت خود کرتے اور دشمن کے سب سے زیادہ نزدیک ہوتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فما يكون احد اقرب الى العدو منه ﷺ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ دشمن کے نزدیک کوئی اور نہ ہوتا تھا، اور فرمایا کہ جب جنگ سخت ہوجاتی تو اتقينا برسول الله ﷺ ہم رسول

اللہ ﷺ کے پیچھے بچاؤ حاصل کرتے۔ اسی طرح اکثر جنگوں میں صحابہ کرام کے شہداء کی تعداد بھی معروف ہے اور دشمن کے مقتولین کی تعداد بھی۔

اب اس پر پرکھتے ہوئے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہماری قیادتوں اور رہبروں میں یہ صفت کتنی موجود ہے، انہوں نے خود کتنی جنگوں میں شرکت کی، اللہ تعالی کے دشمنوں کو عملاً کتنا نقصان پہنچایا، کتنوں کو قتل کیا۔

دوسری علامت: غیر امتیازی شان

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وسَلَف کے ربانی قائدین کی دوسری علامت یہ تھی کہ وہ رعیت اور مامورین میں کوئی امتیازی شان نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے درمیان مساوات ہوتی تھی، سب کے ایک ہی طرح کے حقوق ہوتے تھے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں جنگِ بدر کے لیے جارہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ، علی اور مرثد رضی اللہ عنھما ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ان دونوں نے ارادہ کیا کہ اپنا نمبر بھی رسول اللہ ﷺ کو دے دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ لستم اقوی منی تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو ولا انا اغنی عن الاجر منکم اور نہ میں اجر میں بھی تم سے زیادہ مستغنی نہیں ہوں بلکہ مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مسجدِ نبوی کی تعمیر میں اور خندق کے کھودنے میں آپ ﷺ نے خود خدمت کی اور دوسرے لوگوں سے زیادہ خود زیادہ بھوک پیاس برداشت کرتے، پیٹھ مبارک پر پتھر باندھتے اور مہینو مہینو آپ کے گھر میں آگ نہیں چلتی تھی۔

تیسری علامت: رعیت کے حالت اور مسائل کی خبر گیری اور ان کے حل کی کوشش

چوتھی علامت: عدل اور انصاف کرنا

پانچویں علامت: مجاھدین کے گھروں کا خیال رکھنا

چھٹی علامت: کاموں میں شوریٰ کا اہتمام کرنا

ساتویں علامت: سادگی اور بے تکلف زندگی

آٹھوی علامت: اپنی مسؤولیت اور ذمہ داری کا احساس

نویں علامت: خیر خواہوں کی خیر خواہی اور نصیحت قبول کرنا

ان کی تفصیل "ابو زھرہ" کی کتاب "خاتم النبیین" میں موجود ہے۔ ہم نے بھی اس کی تفصیل اپنی کتاب "شرعی دورہ" میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں لکھی ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے جہادی اور ربانی قائدین کی سیرت اور تاریخ کی طرف مراجعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم نے موضوع کے شروع میں جو آیت ذکر کی ہے اس میں صحیح قیادت کے حصول کے لے دو باتیں مذکور ہیں، ایک صبر اور دوسرا یقین۔

اھمیت العدل

چوں کہ امراء اور مسؤولین کے لیے عدل اور انصاف کی بہت اہمیت ہے اور یہ ربانی قائدین کی علامات میں سے بھی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدل کی اہمیت پر کچھ باتیں ذکر کردی جائیں۔

عدل کی تعریف:

اعطاء کل ذی حق حقه ان خیرا فخیر وان شرا فشر من غیر تفرقة بین المستحقین

یعنی ہر حقدار کو اس کا حق اداء کرنے اور اس میں فرق نہ کرنے کو عدل کہتے ہیں۔

عدل کی اہمیت:

عدل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور کتابوں کو اس لیے بھیجاتا کہ وہ لوگوں میں عدل پھیلائیں، جیساکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید: 25)

اس آیت میں مذکور لفظِ "قسط" کا مطلب عدل ہے۔ دنیا کا مدار بھی عدل پر ہی ہے، عدل لوگوں اور علاقوں کی اصلاح کا سبب ہے، عدل ہی کی وجہ سے زمین وآسمان قائم ہیں، عدل ہی کی وجہ سے دلوں میں الفت پیدا ہوتی ہے، عدل ہی کی وجہ سے امتوں اور خاندانوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، وغیر ذالک۔ (القیم الاسلامیة ص:۲)

اللہ تعالی انصاف کا حکم فرماتے ہیں، جیساکہ:

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (النحل:۹۰)

پھر عدل اور نصاف مختلف چیزوں میں ہوتا ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کی ضرورت آجائے تو اس میں بھی عدل کرو:

فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الحجرات:۹)

فیصلوں میں بھی عدل ضروری ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (النساء:۵۸)

باتوں میں بھی عدل ضروری ہے، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا (الانعام:۱۵۲)

لکھنے میں بھی عدل ضروری ہے:

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرۃ:۲۸۲)

تول میں بھی انصاف ضروری ہے، جیساکہ:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (الرحمن:۹)

گواہی اور قضاء میں بھی عدل ضروری ہے، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (النساء:۱۳۵)

بیویوں کے درمیان بھی عدل ضروری ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (النساء:۳)

دشمنوں اور مخالفین سے بھی عدل ضروری ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدہ:۸)

اہل سنت والجماعت کے ائمہ اپنے مخالفین پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے تھے، چاہے مخالفین ان پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔(السیاسة والادارۃ فی الاسلام ص:۵۵۲)

اموال کی تقسیم میں بھی عدل وانصاف ضروری ہے۔جب ہر چیز میں عدل وانصاف ضروری ہے تو اسی طرح اموال کی تقسیم میں بھی عدل و انصاف ضروری ہے، کیوں کہ اموال امراء کے ذمہ ایک امانت ہے، اس لیے امانت کو صحیح طریقے سے، عدل وانصاف کے ساتھ ادار کرنے کی ضرورت ہے، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ (البقرۃ)

یعنی جو تم پر مال کے بارے میں اعتماد کرے تو اس کو اس کا مال صحیح طریقے سے واپس کرو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اد الامانۃ الی من ائتمنک

جس نے تم پر اعتماد کیا تو اس کی امانت اداء کرو اور اپنا اعتماد نہ خراب کرو، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المؤمن من امنہ المسلمون علی دمائھم واموالھم

یعنی مؤمن وہ ہے کہ جس پر لوگ اعتماد کریں اپنے خون اور مال کے بارے میں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی ج:۲۸ ص:۲۶۷ میں اس کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ لِوُلَاةِ الْأُمُورِ أَنْ يُقَسِّمُوهَا بِحَسَبِ أَهْوَائِهِمْ كَمَا يُقَسِّمُ الْمَالِكُ مِلْكَهُ ؛ فَإِنَّمَا هُمْ أُمَنَاءُ وَنُوَّابٌ وَوُكَلَاءُ لَيْسُوا مُلَّاكًا ؛ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ { إنِّي وَاَللَّهِ لَا أُعْطِي أَحَدًا وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا ؛ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْت } . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَحْوُهُ . فَهَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَدْ أَخْبَرَ أَنَّهُ لَيْسَ الْمَنْعُ وَالْعَطَاءُ بِإِرَادَتِهِ وَاخْتِيَارِهِ كَمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الْمَالِكُ الَّذِي أُبِيحَ لَهُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِهِ وَكَمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الْمُلُوكُ الَّذِينَ يُعْطُونَ مَنْ أَحَبُّوا وَيَمْنَعُونَ مَنْ أَبْغَضُوا وَإِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ يُقَسِّمُ الْمَالَ بِأَمْرِهِ فَيَضَعُهُ حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى . وَهَكَذَا قَالَ رَجُلٌ لِعُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ وَسَّعْت عَلَى نَفْسِك فِي النَّفَقَةِ مِنْ مَالِ اللَّهِ تَعَالَى . فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : أَتَدْرِي مَا مَثَلِي وَمَثَلُ هَؤُلَاءِ ؟ كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا فِي سَفَرٍ فَجَمَعُوا مِنْهُمْ مَالًا وَسَلَّمُوهُ إلَى وَاحِدٍ يُنْفِقُهُ عَلَيْهِمْ فَهَلْ يَحِلُّ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَنْ يَسْتَأْثِرَ عَنْهُمْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ ؟ . وَحُمِلَ مَرَّةً إلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَالٌ عَظِيمٌ مِنْ الْخُمُسِ ؛ فَقَالَ : إنَّ قَوْمًا أَدَّوْا الْأَمَانَةَ فِي هَذَا لَأُمَنَاءُ . فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْحَاضِرِينَ : إنَّك أَدَّيْت الْأَمَانَةَ إلَى اللَّهِ تَعَالَى فَأَدَّوْا إلَيْك الْأَمَانَةَ وَلَوْ رَتَعْت لَرَتَعُوا . وَيَنْبَغِي أَنْ يَعْرِفَ أَنَّ أُولِي الْأَمْرِ كَالسُّوقِ مَا نَفَقَ فِيهِ جُلِبَ إلَيْهِ ؛ هَكَذَا قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . فَإِنْ نَفَقَ فِيهِ الصِّدْقُ وَالْبِرُّ وَالْعَدْلُ وَالْأَمَانَةُ جُلِبَ إلَيْهِ ذَلِكَ ؛ وَإِنْ نَفَقَ فِيهِ الْكَذِبُ وَالْفُجُورُ وَالْجَوْرُ وَالْخِيَانَةُ جُلِبَ إلَيْهِ ذَلِكَ . وَاَلَّذِي

عَلَى وَلِي الْأَمْرِ أَنْ يَأْخُذَ الْمَالَ مِنْ حِلِّهِ وَيَضَعَهُ فِي حَقِّهِ وَلَا يَمْنَعُهُ مِنْ مُسْتَحِقِّهِ ؛ وَكَانَ عَلِي بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا بَلَغَهُ أَنَّ بَعْضَ نُوَّابِهِ ظَلَمَ يَقُولُ : اللَّهُمَّ إِنِّي لَمْ آمُرْهُمْ أَنْ يَظْلِمُوا خَلْقَكَ وَلَا يَتْرُكُوا حَقَّكَ .

اس کا حاصل یہ ہے کہ امراء کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اموال اپنی خواہش کے مطابق تقسیم کریں، کیوں کہ وہ اموال کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ امین، نائب اور وکیل ہیں۔ بعض امیر اور بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے تو اسے مال دیتے ہیں اور جس سے بغض ہوتا ہے تو اسے مال نہیں دیتے۔

ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ اپنا خرچہ تھوڑا بڑھا دیتے تو اچھا ہوتا، عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری اور ان لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہمسفر ساتھی مال جمع کرکے کسی ایک کو دے دیں کہ وہ ان پر خرچہ کرے، تو کیا اس شخص کے لیے جائز ہوگا کہ وہ ان ساتھیوں کو چھوڑ کر کچھ مال اپنے لیے خاص کرلے۔

ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خُمس کا بہت سا مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ مال دیا ہے وہ بہت امانتدار ہیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ نے اللہ تعالی کی امانت اداء کی تو لوگوں نے بھی آپ کو امانت اداء کر دی، اگر آپ نے چرا ہوتا تو یہ لوگ بھی چرتے۔ (یعنی اگر آپ نے امانت میں خیانت کی ہوتی تو یہ لوگ بھی آپ کے ساتھ خیانت کرتے۔)

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امیر کی مثال بازار کی سی ہے کہ جو کچھ وہاں بکتا ہے وہی لایا جاتا ہے، اگر وہاں سچ، نیکی، انصاف اور امانت بکتی ہوگی تو وہ لائی جائے گی، اور اگر وہاں جھوٹ، فسق، ظلم اور خیانت بکتی ہوگی تو وہی وہاں لائے جائیں گے۔ امیر پر یہ لازم ہے کہ مال حلال طریقے سے جمع کرے اور حق میں خرچ کرے اور مستحق کو منع نہ کرے۔

علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی کہ ان کے بعض حکمران ظلم کرتے ہیں تو فرمایا کہ اے اللہ میں نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا کہ وہ آپ کی مخلوق پر ظلم کریں اور نہ ہی میں نے ان کو یہ حکم کیا ہے کہ وہ آپ کا حق کسی کے لیے چھوڑ دیں۔

بیت المال کے بارے میں کچھ اصول اور احتیاطی باتیں:

ہمارا اصل موضوع تو مسؤولیت اور ذمہ داری ہے لیکن چوں کہ امراء اور مسؤولین کا بیت المال سے بہت بڑا تعلق ہے اس لیے اس کے پیشِ نظر یہاں بیت المال کا موضوع بھی مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

بیت المال کی تاریخ:

یہاں ہم سب سے پہلے بیت المال کی تاریخ بیان کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مال کی حفاظت کے لیے بیت المال نہ تھا۔ آپ ﷺ کے زمانے میں اسلامی حکومت کی آمدنی زکوۃ، غنائم، مالِ فیئ اور وہ جزیہ ہوتا تھا کہ جو اہلِ کتاب سے صلح کے ذریعے حاصل ہوتا تھا۔

جب بھی کسی قسم کی آمدنی آتی تو وہ اپنے مصرف میں خرچ کردی جاتی، جیسا کہ زکوۃ کا اپنا مصرف ہوتا، غنیمت کے چار حصے مجاھدین کے ہوتے اور پانچواں حصہ اپنے مصارف میں خرچ کیا جاتا۔ جزیہ جہاد، غزا اور عمومی مصلحتوں میں خرچ کیا جاتا۔ فرض مال اور زکوۃ کے علاوہ لوگوں سے کوئی مال نہ لیا جاتا۔ آمدنی کم تھی اور جو کچھ آمدن ہوتی تو وہ فوراً خرچ کی جاتی، اسی وجہ سے مال کی حفاظت کے لیے بیت المال کی ضرورت نہ تھی۔

یہی حالت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی تھی کہ جو مال آتا تو وہ فوراً خرچ کیا جاتا، یہاں تک کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات ہوگئے تو حکومتی مال میں صرف ایک اشرفی بچی تھی اور وہ بھی وہ جو بوری سے گر گئی تھی۔ اسی لیے مال کی حفاظت کے لیے بیت المال کی ضرورت نہ تھی۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال بنایا گیا، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی حکومت بہت وسیع ہوگئی تھی اور فتوحات بہت بڑھ گئی تھیں۔

شام، مصر، فارس فتح ہوچکے تھے، جس کی وجہ سے اسلامی حکومت کی آمدنی بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کھاتہ بنایا کہ جس میں پوری آمدنی اور مصارف لکھے جاتے، اسی طرح مستحقین کے نام، ان کے استحقاق کی مقدار، ادائیگی کی مدت، عمومی ضروریات اور مصلحتیں، یہ سب کچھ لکھا جاتا۔ پھر اس کے ساتھ ایک بیت المال بنایا کہ جو آمدنی مصرف سے زیادہ ہو تو وہ اس میں مستقبل کی ضرورتوں کے لیے محفوظ کردی جائے۔

لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے بیت المال اس لیے نہ تھا کیوں کہ ضرورت نہ تھی اور بعد میں اس کی ضرورت پیدا ہو گئی۔(السیاسة الشرعية فى الشئون الدستورية والخارجية والمالية ص:١٤٨، المؤلف عبدالوهاب خلاف المتوفى ١٣٧٥ھ)

ابو بکر طرطوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انبیاء اور خلفاءِ راسدین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مال نہیں جمع کرتے تھے بلکہ اسے خرچ کیا کرتے اور اپنی رعیت کو وسعت دیتے۔ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ کا زیادہ تر وقت بھوک میں گزرا، اور جب آپ کی وفات ہوئی تو ایک یہودی کے پاس آپ کی ایک زرہ جو کے بدلے گروی تھی۔ جب یمن کے شہر فتح ہوئے وہاں سے اموال آتے اور رسول اللہ ﷺ اسی دن تقسیم کردیتے۔ (سراج الملوك ص:١٢٤الابي بكر الطرطوسی المالکی المتوفی ٥٢٠ھ)

بیت المال کی مختصر تاریخ ذکر کرنے کے بعد اب ہم بیت المال کے بارے میں کچھ اصول اور احتیاطی باتیں ذکر کریں گے:

ا۔بیت المال کی آمدنی جمع کرنے میں شرعی حدود کا خیال رکھنا:

عمر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے کہا کہ الخليفة لا يأخذ الاحقا ولا يضعه الافى حق (الطبقات الكبرى لابن سعد ص٣٠٦ج٣ کنزالعمال ص٥٦٧ج١٢) یعنی خلیفہ اور صحیح امیر صحیح اور حق طریقے سے مال جمع کرتا ہے اور صحیح طریقے سے خرچ کرتا ہے:

٢۔ پیداوار اور خرچ کا موازنہ کرنا:

یعنی جتنی آمدنی ہو اتنا ہی مال خرچ کرنا۔ مثلاً اگر پانچ لاکھ آمدنی ہو تو اسی کے مطابق خرچ کرے اور ایسا نہ کرے کہ آمدنی کم ہو اور خرچہ زیادہ ہو، مثلاً آمدنی پانچ لاکھ ہو اور آپ دس لاکھ خرچ کریں۔ یہ طریقہ قرآن کریم نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ (الطلاق: ٧)

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان: ٦٧)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا (الاسراء: ۲۹)

۳۔ جسے بھی مسؤول بنایا جائے تو اس سے پہلے اس کا ذاتی سرمایہ معلوم کیا جائے:

امام شعبی رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اذا استعمل عاملا کتب ماله (کنزالعمال) جب کبھی کسی کو ذمہ دار بناتے تو اس کا مال لکھتے۔

۴۔ اگر مسؤول کا مال بڑھ جائے تو اس کے مال کا کچھ حصہ بیت المال میں واپس کیا جاسکتا ہے:

جیساکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ حکام نے حکام سے فرمایا کہ اپنے ذاتی مال لکھ کر دو۔ ان حکام میں سعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے فشاطرهم عمر اموالهم فأخذ نصفا واعطاهم نصفا (کنزالعمال ص۷۷۰ج۴) عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مال تقسیم کر دیے، آدھا مال بیت المال میں ڈال دیا اور آدھا ان کو دے دیا۔

۵۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یہ مال میں نے تجارت میں کمایا ہے تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں ہوگا:

جیساکہ عمر رضی اللہ عنہ کا یہی طریقہ تھا کہ اگر ان سے کوئی کہتا کہ یہ مال میں نے تجارت میں کمایا ہے تو وہ یہ دعویٰ قبول نہیں کرتے تھے اور اس سے فرماتے کہ انما بعثناكم ولاة ولم نبعثكم تجارا (کنزالعمال ص۷۷۰ج۴) ہم نے تمہیں مسؤول بنا کر بھیجا تھا، تجارت کے لیے نہیں۔

۶۔ مسؤولین پر بعض پابندیاں لگانا کھانے پینے، کپڑوں اور سواری کے بارے میں:

مثلاً یہ کہ قیمتی سواری پر نہیں گھوموگے، کھانے پینے میں بہت تکلف سے کام نہیں لوگے، قیمتی کپڑے نہیں پہنوگے، جیساکہ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

اذا بعث عماله شرط عليهم ان لا تركبوا برذونا ولا تأكلوا نقيا ولا تلبسوا رقيقا ولا تغلوا ابوابكم دون حوائج الناس فان فعلتم شيئا من ذالك فقد حلت بكم العقوبة ثم يشيعهم فاذا اراد ان يرجع قال انى لم اسلطكم على دماء المسلمين ولا على اعراضهم ولا على اموالهم ولكنى بعثتكم

لتقیموا بهم الصلوٰة وتقسموا فیهم فیئکم وتحکموا بینهم با العدل (رواه البیهقی فی شعب الایمان

ص:۲۴ ج:۶ ، کنز العمال ، مشکوٰة ص:۲۶۹ ج:۲، مصنف عبدالرزاق ص:۳۲۴ ج:۱۱)

۷۔ مسؤلین سے وقتاً فوقتاً احتساب کرنا

جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے ابن اللتبیہ رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم کے صدقات پر مقرر کیا تھا، جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے احتساب لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ حصہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

فهلا جلست فی بیت ابیك وبیت امك حتى تأتيك هديتك ان كنت صادقا (بخاری ص۱۰۶۸ ج۲

باب مجاسبة الامام عماله، مسلم ص:۱۲۳ ج:۲ باب تحریم الهدایا العمال)

یعنی تم اپنے گھر میں بیٹھو پھر دیکھو کہ کوئی تمہیں تحفے دیتا ہے یا نہیں۔

فائدہ :

یہ کام رسول اللہ ﷺ نے امت کی تعلیم کے لیے کیا تھا، ورنہ صحابی کرام رضی اللہ عنھم پر رسول اللہ ﷺ کو اعتماد تھا، لیکن اس میں امت کے لیے تعلیم ہے کہ چاہے تمھارے امراء اعتمادی ہی کیوں نہ ہوں لیکن پھر بھی ان کا احتساب کرنا چاہیے۔

۸۔ امیر اور حاکم مال مالک کی طرح نہ خرچ کرے:

بلکہ امین، وکیل، نائب اور یتیم کے ولی کی طرح احتیاط سے مال خرچ کرے، جیساکہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انی انزلت نفسی من مال الله بمنزله ولی الیتیم (کنز العمال جامع الاحادیث للسیوطی)

یعنی میں یتیم کا ولی ہوں کہ جب مجھے ضرورت ہوگی تو ان سے مال لے لوں گا اور جب مالدار ہو جاؤں گا تو واپس کردوں گا اور جب مجھے ضرورت نہ ہوگی تو اس سے بچوں گا۔

۹۔ کسی کو مال دینے میں اسراف سے بچے:

کیوں کہ اگر کوئی مسؤول کسی کو مال دینے میں اسراف سے کام لے گا تو یہ بھی معزولی کا سبب بن جائے گا، جیساکہ عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسی وجہ سے معزول کیا تھا کہ انہوں نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ دس ہزار دیے تھے۔ (بحوالة البداية والنهاية والمنتظم فی تاريخ الملوك والامم ص۲۳۰ج۴ حوادث سنة ۱۷ھ عزل خالد بن الوليد)

۱۰۔ ناحق طریقے سے مال جمع کرنے سے بچنا:

جیساکہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جراح بن عبداللہ الحکمی کو خراسان کی مسؤولیت سے اس لیے ہٹایا تھا کیوں کہ وہ نئے مسلمانوں سے جزیہ لیتے تھے اور انہیں کہتے تھے کہ تم لوگ اس لیے اسلام لائے ہو تاکہ تمہیں جزیہ معاف ہو جائے۔ اس کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہونے سے رک گئے اور اپنے دین پر مضبوط ہوگئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انہیں خط لکھا کہ ان الله انما بعث محمدا داعيا ولم يبعثه جابيا یعنی اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، نہ کہ اس لیے تاکہ لوگوں سے جزیہ اور مال جمع کریں۔

۱۱۔ اپنی مسؤولیت سے مال جمع کرنے میں استفادہ نہ کرنا

اس سے پہلے ابن اللتبیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر گیا، ان کے بارے میں بعض روایات میں آتا ہے کہ فعزله رسول الله صلى الله عليه وسلم واخذ ما معه رسول اللہ ﷺ نے انہیں معزول کردیا اور ان سے مال بھی لے لیا۔

(تثبيت الامامة وترتيب الخلافة ص۱۲۹)

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے معزول کیا تھا کیوں کہ انہوں نے اپنے لیے مال کا کچھ حصہ محفوظ کرلیا تھا۔ (مرعاۃ شرح مشکوۃ ص۱۷۲ج۷ کتاب المناسك)

اللہ تعالی ہمیں صحیح قیادت نصیب کریں، اللہ تعالی ہماری قیادتوں کی اصلاح کریں اور اللہ تعالی امتِ مسلمہ کی مشکلات کے صحیح غم خوار پیدا کریں۔ اللہ تعالی اس پر عمل کی توفیق عطاء کریں۔

وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين